سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۴۹

عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۹

عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۱۱/ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۳/ اپریل ۲۰۰۲ء بروز منگل

مقام : مسجد ماؤنٹین رائز، جنوبی افریقہ

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۵/ فروری ۲۰۱۵ء بروز بدھ

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

عرضِ مرتب

داعیٔ سفر جناب یوسف ڈیسائی صاحب کے مکان پر اسٹینگر میں ۹ اور ۱۰/ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۱، ۲۲/ اپریل ۲۰۰۲ء کو حضرت والا نے قیام فرمایا۔ جناب ڈیسائی صاحب کے مکان پر بعد عصر و مغرب تا عشاء حضرت والا کی مجلس ہوئی۔ اس سفر میں ہر جگہ مجلس کے اوقات یہی رہے۔ مولانا منصور الحق صاحب کی درخواست پر حضرت والا نے ۲۳ اور ۲۴/ اپریل کو اُن کے شہر پیٹر میریٹزبرگ (Peter Meritzbug) کا سفر قبول فرمالیا۔ اس سفر کی دعوت بعض حضرات نے ڈربن میں دی تھی جس کو حضرت والا نے قبول فرمالیا تھا، لیکن بعد میں بوجہ ضعف اور قلتِ وقت ملتوی کر دیا گیا اور داعیٔ سفر کو فون پر اطلاع کر دی گئی تھی کہ ۲۵/ اپریل کو چوں کہ زمبیا (Zambi) کا سفر تجویز ہے اس لیے وقت نہ ہونے سے پیٹر میریٹز برگ کا سفر ممکن نہیں۔

لیکن مولانا منصور الحق صاحب کی درخواست پر باوجود ضعف ۲۳ اور ۲۴/ اپریل ۲۰۰۲ء کو پیٹر میریٹزبرگ کا سفر حضرت والا نے منظور فرمالیا اور فون پر پیٹر میریٹزبرگ میں دو دن کے لیے آمد کی اطلاع کر دی گئی۔

۱۱/ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۳/ اپریل ۲۰۰۲ء بروز منگل آٹھ بجے صبح پیٹر میریٹزبرگ کے لیے حضرت والا کی روانگی ہوئی اور صبح دس بجے کے قریب شہر میں آمد ہوئی۔

حضرت والا سفر سے بہت تھک گئے تھے اس لیے عصر کے بعد کی مجلس نہیں ہوئی۔ عصر کے بعد معلوم ہوا کہ مجمع بہت بڑا ہے جو مکان پر نہیں آسکتا۔ اس لیے مسجد موسوم بہ ماؤنٹین رائز (Mountain Rise) میں بعد نمازِ مغرب حضرت مرشدی مدظلہ العالی کی مجلس تجویز ہوئی۔ مغرب کی نماز کے بعد وہیل چیئر پر حضرت والا مسجد تشریف لائے۔

مولانا منصور الحق صاحب نے حضرت والا کی نعت ”یہ صبح مدینہ یہ شامِ مدینہ“ پڑھی۔ اس کے بعد حضرت والا نے اچانک خطبۂ مسنونہ پڑھا تو سامعین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی چوں کہ ناسازیٔ طبع کی وجہ سے بیان کی کوئی اُمید نہیں تھی۔

مذکورہ وعظ میں حضرت والا نے کچھ ترمیم واضافہ فرمایا اور اس کا نام ”عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم“ تجویز فرمایا جس کو آج برائے طباعت دیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرف قبول عطا فرمائیں اور حضرتِ اقدس مدظلہم العالی کے ساتھ حضرت والا کے طفیل جملہ معاونین کے لیے بھی صدقۂ جاریہ بنائیں۔

مرتب:
یکے از خدام حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

❁❁❁❁

کیا اثر تھا رسالت کی شان میں

نورِ سنت ہے کون و مکاں میں
کیا تجلی تھی تیرے بیاں میں

عبد و سلطاں کھڑے ایک صف میں
کیا اثر تھا رسالت کی شان میں

فرق کالے و گورے کا تو نے
کس طرح سے مٹایا جہاں میں

یہ تھا تیری غلامی کا صدقہ
شانِ سلطانیت شُترباں میں

جس نے کانٹے بچھائے تھے دیکھا
گُل بداماں تیرے بوستاں میں

جو چلا تیرے نقشِ قدم پر
کامراں ہے وہ دونوں جہاں میں

عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ تَعَالٰی وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ﴿۴﴾[1]

تفسیر وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے آپ کا نام بلند کر دیا۔ بلند کر دیں گے نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ بلند کر دیا۔ وعدہ نہیں ہے کہ آیندہ بلند کر دیں گے، اُس کا انتظار کیجیے۔ انتظار کی تکلیف ہم آپ کو نہیں دینا چاہتے۔ اپنے محبوب کو کوئی تکلیف دیتا ہے؟ اس لیے وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ازل سے ہی ہم نے آپ کا نام بلند کر دیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ اس کی تفسیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے قرآنِ پاک نازل کیا اُسی کی تفسیر بیان کی ہے اور تفسیر دُرِّ منثور میں یہ موجود ہے کہ:

وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ

کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قُدسی میں فرمائی کہ:

اِذَا ذُکِرۡتُ ذُکِرۡتَ مَعِیۡ[2]

جب میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا، میرے نام کے ساتھ آپ کا نام بھی لیا

---

[1] المنشرح: ۴

[2] کنز العمال: ۴۰۵/۱۱ (۳۱۸۹۱) باب فی فضائل متفرقۃ، مؤسسۃ الرسالۃ/ روح المعانی: ۱۶۹/۳۰، الانشراح (۴)، مطبوعۃ بیروت

جائے گا۔ حضرت حکیمُ الامّت مجددِ ملّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بُلند کیا۔ یعنی اکثر جگہ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام مُبارک مقرون کیا گیا ہے جیسے خطبہ میں، تشہد میں، نماز میں، اذان میں، اقامت میں۔

ایمان بالرسالت توحید کالازمی جزہے

اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی عظمتِ شان ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میرے نام کے ساتھ اے رسول آپ کا نام بھی آئے گا۔ پس اگر کوئی شخص ایک کروڑ مرتبہ میرا نام لے اور آپ کا نام نہ لے یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ کہے، یعنی اللہ پر ایمان لائے لیکن رسول اللہ پر ایمان نہ لائے تو اُس کی توحید قبول نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، رسالت کی تعظیم اور تصدیق توحید کے لیے ضروری ہے۔ جب اللہ کی عظمت بیان کی جائے اور رسول اللہ کی عظمت بھی بیان کی جائے تب توحید کامل ہوتی ہے۔ یعنی عظمتُ اللہ اور عظمتِ رسول اللہ دونوں کی تصدیق کا نام توحید ہے۔ اللہ کی عظمت کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی تصدیق کی جائے۔ جتنا بڑا ملک ہوتا ہے اُس کا سفیر اُتنا ہی بڑا ہوتا ہے۔ دیکھیے اگر امریکا کا سفیر آجائے تو دُنیوی حکومتوں میں زلزلہ مچ جاتا ہے، سب لوگ ڈر جاتے ہیں کہ بھئی اس کے خلاف کوئی کام نہ کرو، اور یہ تو محض دنیاوی عزت ہے کہ ملک بڑا ہے یہ کوئی عزت نہیں ہے محض دنیاداری ہے۔ لیکن اس مثال سے معلوم ہوا کہ ملک کی عظمت سے سفیر کی عظمت ہوتی ہے۔ رسول اللہ کا سفیر ہوتا ہے۔ پس جب اللہ عظیم الشان ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ کا رسول بھی عظیم الشان ہے، اور یہ بات سو فیصد یقینی ہے کہ اگر کوئی عمر بھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا رہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ کہے یعنی آپ کی رسالت پر ایمان نہ لائے تو یہاں علماء بیٹھے ہوئے ہیں وہ بتائیں کہ اُس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟

(مجلس میں موجود علماء نے عرض کیا کہ اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جامع)

کیوں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو اُس نے مانا لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تسلیم نہیں کیا جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے:

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ[۳]

یعنی اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا لازم کر دیا۔ پس جس نے رسالت کا انکار کیا اُس نے اللہ کے حکم کا انکار کیا اس لیے منکرِ رسالت کافر ہے۔ عظمتِ رسالت کا انکار اللہ کا انکار ہے۔ اسی کو مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

اللہ کا انکار ہے انکارِ محمد

اقرار ہے اللہ کا اقرارِ محمد

اسی لیے حدیثِ قُدسی میں اللہ نے فرمایا:

اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ

جب میرا نام لیا جائے گا تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا نام بھی لیا جائے گا۔ جب کوئی مؤذن اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے گا تو اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی کہے گا۔ ایک شاعر کہتا ہے؎

اب مرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

یہ ہے عاشقوں کی عزت، عاشقوں کو اللہ نے یہ درجہ دیا ہے، اللہ اپنے عاشقوں کو عزت دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا اللہ کا عاشق کوئی نہیں ہو سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اللہ کے سب سے بڑے عاشق ہیں، آپ جیسا عاشق ہونا ناممکن ہے، آپ جیسا اللہ کا عاشق نہ کوئی ہوا، نہ ہے اور نہ قیامت تک ہوگا۔ آپ کی بے مثل شانِ عشق اس حدیث سے ظاہر ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُّ اَنِّیْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ[۴]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان

۳؎ النسآء:۱۳۶

۴؎ صحیح البخاری:۱/۳۹۲ (۲۸۱۱) باب تمنی الشھادۃ، المکتبۃ المظھریۃ

ہے کہ میں یہ محبوب رکھتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ سبحان اللہ! جان پاک رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا عشق تھا کہ اللہ کے راستے میں بار بار شہادت کی تمنا فرمارہے ہیں اور آپ سید الانبیاء ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام خلائق میں آپ سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ یہ مضمون اتنا ضروری ہے کہ جزوِ ایمان ہے۔ عظمتِ توحید اور عظمتِ رسالت دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔

ہجرت کا حکم عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل ہے

اب دوسری بات یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تو تمام صحابہ کو بھی حکم دیا گیا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے وطن، اپنی دوکان اور اپنی تجارت سے نہ چپکا رہے، دوکان چھوڑ دو، چلی چلائی جمی جمائی دوکان چھوڑ دو اور مدینہ جاؤ۔ اسباب رزق کو چھوڑ دو اور اپنے ساتھ رزاق کو لے جاؤ۔ یہاں سے تم خالی ہاتھ جاؤ وہاں اللہ پھر تمہارا ہاتھ بھر دے گا کیوں کہ رزاق تمہارے ساتھ ہے۔

کعبہ شریف اللہ کا گھر ہے، بغیر اس کے حج نہیں ہوتا، زم زم کتنا متبرک پانی ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا، ہر سال کتنے حاجی جاتے ہیں، ہر وقت ڈول چلتا رہتا ہے مگر معجزہ ہے کہ زم زم ختم ہی نہیں ہوتا، اور وہیں مولدِ رسول یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ ہے اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں، کتنے معجزات اس بلدِ امین میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اجازت نہیں دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر مکہ شریف میں رہ جائیں۔ کعبہ میرا گھر ہے مگر گھر والے کو وہیں پائیں گے جہاں میرا رسول ہوگا۔ اس لیے سب کے سب صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے گئے۔

اور جب مکہ فتح ہوگیا تب بھی اجازت نہیں دی گئی کہ اب توستانے والے سب ختم ہوگئے، اب وہ ماحول نہیں رہا، جغرافیہ بدل گیا تو تاریخ بھی بدل جانی چاہیے مگر اللہ تعالیٰ نے وہی تاریخ رکھی کہ جن صحابہ نے ہجرت کی ہے سب واپس مدینے چلے جائیں اور مستقل رہنے کی نیت سے مکہ نہ آئیں۔ ہمارا رسول بھی مدینے ہی میں رہے گا اور جہاں ہمارا رسول رہے گا

وہیں تم کو بھی رہنا ہوگا۔ لہٰذا تمام صحابہ کو حکم ہوگیا کہ میرے نبی کے ساتھ مدینہ میں رہو، ایک صحابی بھی میرے رسول کو چھوڑ کر نہ جائے۔

بتائیے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی عظمت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کو اکیلا نہیں چھوڑا۔ سب صحابہ کو حکم ہوا کہ جاؤ تم سب میرے نبی کے ساتھ رہو۔ اللہ تم کو رسول اللہ سے ملے گا اور صحابہ نے پوری زندگی وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری۔ کیا وفاداری تھی! سترّ صحابہ دامن اُحد میں ایک وقت میں شہید ہوگئے گویا وہ سترّ شہید بزبانِ حال کہہ رہے تھے۔

اُن کے کوچے سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے
بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

بس سمجھ لیجیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اگر کسی کے قلب سے نکل جائے تو اُسی وقت وہ کافر ہوجائے گا۔ یہ مقام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اور جب ہجرت کا حکم ہوا تو تمام صحابہ کو حکم ہوا۔ جو قوی صحابی تھے اُن کو بھی رہنے کی اجازت نہیں ملی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے قوی تھے۔ سب تو چھپ کے نکل گئے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کو فضاؤں میں لہرا کر اعلان کیا کہ عمر ہجرت کر رہا ہے اور اللہ کے حکم سے کر رہا ہے، کسی سے ڈر کے نہیں کر رہا ہے، جس کو اپنی بیوی کو بیوہ کرنا ہو، اپنے بچوں کو یتیم کرنا ہو وہ آکر میرا مقابلہ کرے لیکن اُن کو بھی اجازت نہیں ملی کہ وہ مکہ شریف میں رہ جائیں اور رسول اللہ کے ساتھ نہ رہیں۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ کی صحبت سے اللہ ملے گا۔ اس سے صحبت کی اہمیت ظاہر ہے۔

ہجرت کا حکم اور وطنیت کا بُت

اور دوسری بات یہ ہے کہ ہجرت کے حکم سے وطن کا بُت بھی گر گیا ورنہ اپنا وطن انسان کو کتنا عزیز ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وطنیت کا بُت بھی دلوں سے نکل جائے۔ اسلام میں وطن کوئی چیز نہیں۔ جس زمین پر اللہ راضی ہو، جس زمین پر اللہ مل جائے وہی

مومن کا وطن ہے۔ جب گھر سے بے گھر ہو گئے تو وطن کا بُت بھی نکل گیا۔ میرا شعر ہے؎

بُت وطن کے بھی ہجرت سے سب گر گئے
سُوئے طیبہ چلے جب نبی کے قدم

اللہ کے لیے گھر سے بے گھر ہونا، وطن سے بے وطن ہونا بھی سُنّت ہے، سُنّتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے، سُنّتِ صحابہ ہے۔ اس طرف عام لوگوں کا خیال نہیں جاتا۔ اگر ضرورت ہو تو اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

بیتُ اللہ کے مختصر ہونے کی حکمت

ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ جتنے بڑے لوگ ہوتے ہیں اُن کا گھر بھی بڑا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑے ہیں لیکن گھر بالکل چھوٹا سا بنایا۔ میں نے کہا اللہ تو قادر ہے، وہ چاہتا تو یہاں سے جدّہ تک کعبہ بنا دیتا مگر آپ ایک ہی پھیرے میں بے ہوش ہو جاتے اور ڈاکٹر آپ کو خُون چڑھاتے۔ اس لیے اپنے مہمانوں اور حاجیوں کا طواف آسان ہو جائے بوجہِ شانِ رحمت چھوٹا گھر بنایا۔ اس حکمت پر میرے اشعار ہیں؎

اور بنوایا گھر اپنا یوں مختصر
سہل ہو تا کہ سب کو طوافِ حرم

ورنہ مالک اگر گھر بناتا بڑا
کھا کے غش گرتے سب زائرانِ حرم

اپنے کعبہ کا پھیرا کیا مختصر
صاحبِ بیت کی ہے یہ شانِ کرم

کعبۃُ اللہ کے ارد گرد سبزہ زار نہ ہونے کے اسرار

اور کعبہ شریف کے پہاڑوں پر درخت نہیں ہیں اور ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ درخت صحت کے لیے بہت مفید ہیں، یہ آکسیجن نکالتے ہیں مگر رات کو کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی نکالتے

ہیں۔ اگر کعبہ کے ارد گرد درخت ہوتے تو رات کو حاجیوں کو کعبہ چھوڑ کر بھاگنا پڑتا۔ اللہ نے چاہا میرے عاشق رات دن میرے پاس رہیں، جب حج اور عمرہ کرنے آئیں تو کعبہ سے چپکے رہیں، ہمارے بندوں کو کاربن ڈائی آکسائیڈ کے خوف سے کعبہ چھوڑنا نہ پڑے لہٰذا وہاں دن رات قدرتی آکسیجن رہتی ہے۔ اتنی زیادہ آکسیجن وہاں اللہ نے پیدا کی ہے کہ مُلک شام کے بڑے بڑے پہلوان جو آکسیجن میں ڈوبے رہتے تھے آئے اور صحابہ سے شکست کھا کر چلے گئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر بہت زیادہ درخت اور مناظر ہوتے تو حاجی لوگ کعبہ چھوڑ کر کیمرا لیے ہوئے درختوں میں بیٹھے سینری لیا کرتے اور اس طرح وہ درخت حاجیوں کو اللہ سے دور کر دیتے۔ اللہ نے چاہا کہ غیر اللہ کو مت چاہو، صرف مجھ سے محبت کرو، یہ توحید ہے۔ میرے اشعار ہیں؎

گو حرم کے پہاڑوں پہ سبزہ نہیں
ہیں مگر دوستو پاسبانِ حرم

ورنہ حاجی درختوں میں بیٹھے ہوئے
کیمرے میں لیا کرتے باغِ حرم

ربِّ کعبہ سے بھی اور کعبہ سے بھی
دور کر دیتے ہم کو جبالِ حرم

ان پہاڑوں پہ بھی حفظِ توحید کا
رب کی جانب سے ہے انتظامِ حرم

درختوں پر تو قیامت آجائے گی، یہ سب اُجڑ جائیں گے لیکن میری محبت تمہیں جنت تک لے جائے گی اور دنیا کے جو ٹھاٹ باٹ ہیں سب فانی ہیں۔ قیامت کا زلزلہ دنیا کو فنا کر دے گا لیکن جو مر گیا اُسی وقت اُس کی قیامت آگئی۔ پھر کہاں جاؤ گے آکسیجن لینے۔ آکسیجن تو زندگی کے لیے ہے۔ مرنے کے بعد مُردہ کو آکسیجن کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ انتظام کیا ہے کہ اُن کو یاد کرو ہمیشہ ہمیشہ تروتازہ رہو گے۔ اگر مکہ شریف کے پہاڑوں پر درخت ہوتے تو رات

کو وہاں رہنا مشکل ہوتا۔ ڈاکٹر اور سائنس داں کہتے ہیں کہ رات کو باغات میں مت سوؤ ورنہ کاربن ڈائی آکسائیڈ بلا اجازت پھیپھڑوں میں گُھس جائے گی۔ مدینہ شریف کے پہاڑوں کا بھی یہی حال ہے، وہاں بھی درخت نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین کا جغرافیہ ایسا بنایا ہے کہ صرف اللہ سے دل لگے۔ مکہ شریف میں کعبہ سے چپکے رہو، مدینہ شریف میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوتے رہو۔ مناظرِ قدرت دیکھنا مقاصد میں نہیں ہے۔ دیکھو اللہ نے اپنا گھر ایسے جغرافیہ میں بنایا جو توحید کو بلند کرتا ہے۔ مکہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔ کہیں درخت ہیں؟ ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ نمی میں جراثیم زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ پس اگر یہاں درخت ہوتے تو نمی زیادہ ہوتی اور جب حاجی حج کر کے جانوروں کی قربانیاں کرتے تو نمی کی وجہ سے اُن کی اوجھڑیوں سے بہت ہی جراثیم پیدا ہو جاتے اور حاجیوں میں ہیضہ (کالرا) پھیل جاتا اور اب بغیر درخت کے لق و دق پہاڑ ہیں اور تیز دھوپ سے اوجھڑی جل کے خاک ہو جاتی ہے اور جراثیم پیدا نہیں ہوتے۔

بیت اللہ اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فاصلے کی عجیب حکمت

بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ہجرت فرض نہ کی جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ مبارک بھی وہیں بنتا جہاں کعبہ شریف ہے تو اللہ بھی مل جاتا اور رسول اللہ بھی۔ تو میں نے اس کا جواب دیا کہ دل ایک ہے، اُس کے دو ٹکڑے نہیں ہوسکتے۔ اگر روضۂ مُبارک بھی مکہ مکرمہ میں ہوتا تو عاشقوں کے دل کے ٹکڑے ہو جاتے۔ جب طواف کرتے تو دل لگا رہتا کہ کب روضۂ رسول اللہ پر جاکر صلوٰۃ و سلام پڑھیں اور جب روضۂ مُبارک پر جاتے تو دل لگا رہتا کہ کب کعبہ شریف جائیں۔ تو کعبہ شریف اور روضۂ مُبارک کے درمیان دل کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ دیکھو رکوع کے بعد سجدہ فوراً فرض نہیں کیا، پہلے قومہ کا حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ، کچھ فاصلہ کرلو۔ فصل کے بعد وصل کی قدر ہوتی ہے۔ اگر رکوع کے ساتھ ہی بغیر قومہ کیے سجدہ کا حکم ہو جاتا تو مزہ نہ آتا۔ تھوڑا سا فاصلہ کر دیا تاکہ فراق سے تڑپ کر پھر سجدہ کرو تو سجدہ کا مزہ آجائے گا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف میں اور مدینہ شریف میں فاصلہ کر دیا، تقریباً پانچ سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے تاکہ جب کعبہ میں رہو تو کعبہ والے پر قربان ہو جاؤ اور جب مدینہ جاؤ

توچوں کہ فاصلہ ہو گیا تو عشق بڑھ گیا لہٰذا اب روضۂ رسول اللہ پر فدا ہو جاؤ۔ یہ بات اُن کی سمجھ میں آگئی۔ سب باتیں کتاب ہی میں نہیں ملتیں، کچھ آسمان سے بھی ملتی ہیں۔ میرا شعر ہے۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

بیتُ اللہ اور روضۂ رسول اللہ میں فاصلے کی حکمت پر میرے اشعار ہیں کہ۔

یہ بھی ہجرت کا اک رازِ تکوین ہے
ورنہ روضہ بھی ہوتا جوارِ حرم

قلبِ عاشق کے دو ٹکڑے ہوتے یہاں
درمیانِ حرم روضۂ محترم

جا کے طیبہ میں دے سبز گنبد پہ جاں
اور کعبہ میں ہو جا فدائے حرم

مدینہ منورہ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

مدینہ پاک کی مٹی سے محبت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ جب آپ غزوات سے فارغ ہو کر (مدینہ) پہنچتے تھے تو اپنے بدن مُبارک سے چادر اتار کر اونٹنی پر رکھ دیتے تھے تاکہ مدینہ کی مٹی میرے بدن کو لگ جائے۔ معلوم ہوا جہاں سے اللہ کا دین پھیلتا ہے وہ جگہ اللہ کے عاشقوں کے نزدیک بہت محبوب ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں۔

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود
کہ مرا با تو سرو سودا بود

سب سے بہترین زمین وہ ہے کہ جہاں میرے سر کا سودا آپ کی ذاتِ پاک کے ساتھ

ہو جائے، میرا سر فروخت ہو جائے آپ پر، وہ زمین مجھے سب سے پیاری ہے۔ مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا سودا کیا ہے اور آپ کے طفیل میں صحابہ کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی۔

مدینہ منورہ میں مرنے کی فضیلت

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَةِ فَلْیَمُتْ بِھَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِھَا[5]

ترجمہ: جس کو استطاعت ہو کہ مدینہ میں مرے وہ مدینہ میں آکر مر جائے اس لیے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اُس کی شفاعت کروں گا۔

وَھِیَ الشَّفَاعَةُ لِمَنْ مَّاتَ بِالْمَدِیْنَةِ لِمَا رَوَی التِّرْمِذِیُّ، وَصَحَّحَهٗ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَةِ فَلْیَمُتْ بِھَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ مَّاتَ بِھَا۔ اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِیُّ فِی الْجَامِعِ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ، وَقَالَ حَسَنٌ صَحِیْحٌ[6]

ترجمہ: اور یہ شفاعت ہے اُس آدمی کے لیے جو مدینہ میں مرے، اور اس کو صحیح قرار دیا حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا ہے کہ جو مدینہ میں مرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ مدینہ میں مرے اس لیے کہ میں مدینہ میں مرنے والے کی شفاعت کروں گا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں حدیث ابنِ عمر کے حوالے سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو حسن اور صحیح قرار دیا۔

اور دوسری فضیلت یہ ہے کہ مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت پہلے ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

---

۵ جامع الترمذی: ۲/۲۲۹، باب المدینة، ایچ ایم سعید

٦ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۴/۲۹۴، مرویات من سبیعة بنت الحارث، مکتبة العلوم والحکم

اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِی الْبَقِیْعَ فَیُحْشَرُوْنَ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَھْلَ مَکَّۃَ فَاُحْشَرُ بَیْنَ الْحَرَمَیْنِ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّابْنِ النَّجَّارِ فَاَخْرُجُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ اِلَی الْبَقِیْعِ فَیُبْعَثُوْنَ ثُمَّ یُبْعَثُ اَھْلُ مَکَّۃَ[7]

ترجمہ: سب سے پہلا میں وہ شخص ہوں جس سے زمین ہٹائی جائے گی پھر ابو بکر سے پھر عمر سے۔ پھر میں بقیع کی طرف آؤں گا تو اُن کو (اہل بقیع کو) جمع کیا جائے گا۔ پھر اہل مکہ کا انتظار کروں گا پس میں اُٹھایا جاؤں گا حرمین کے درمیان سے اور ابنِ نجار کی روایت میں ہے پس نکلوں گا میں اور ابو بکر اور عمر بقیع کی طرف پس وہ (اہل بقیع) اُٹھائے جائیں گے پھر اہل مکہ کو اُٹھایا جائے گا۔ (ترمذی و مشکوٰۃ)

اور دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَہٗ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ ثُمَّ اَھْلُ مَکَّۃَ ثُمَّ اَھْلُ الطَّاۗئِفِ[8]

ترجمہ: سب سے پہلے جن کی میں سفارش کروں گا اہل مدینہ ہوں گے، پھر اہل مکہ پھر اہلِ طائف ہوں گے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَہٗ مِنْ اُمَّتِیْ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ وَاَھْلُ مَکَّۃَ وَاَھْلُ الطَّاۗئِفِ۔ رَوَاہُ الْبَزَّارُ وَالطَّبْرَانِیْ[9]

ترجمہ: عبد المالک بن عباد بن جعفر سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے جن کی سفارش کروں گا وہ اہل مدینہ اور اہل مکہ اور اہل طائف ہوں گے۔ اس کو بزّار اور طبرانی نے روایت کیا۔

۷؎ جامع الترمذی: ۲/۲۱۰، باب مناقب عمر، ایچ ایم سعید

۸؎ کنز العمال: ۱۴/۳۹۹ (۳۹۰۶۳)، باب الشفاعۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

۹؎ مجمع الزوائد للھیثمی: ۱۰/۳۸۱/ کتاب الأوائل للطبرانی: ۱/۱۰۵ (۷۶)، باب اول من یشفع لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من امتہ، مؤسسۃ الرسالۃ

معلوم ہوا کہ جب مدینہ والوں کی شفاعت ہو جائے گی پھر مکہ والوں کی باری آئے گی۔ وحی کے نزول کا زمانہ تھا۔ اللہ نے یہ وحی نازل نہیں فرمائی کہ ہمارے گھر والوں کو آپ نے بعد میں رکھا، ایسا نزولِ وحی نہیں ہوا، سکوت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ بھی اس بات سے راضی ہے کہ جس بات سے اس کا رسول راضی ہے۔

صحابہ کرام کی نظر میں صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت

اور صحابہ نے نفلی حج اور عمرہ کا بہت زیادہ اہتمام نہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا زیادہ اہتمام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دے دی کہ حج اور عمرہ کا بار بار کرنا محاء الذنوب ہے، خطاؤں کی معافی بھی ہو گی اور روزی بھی بڑھے گی۔ حج میں تو خرچ ہوتا ہے، بتایئے کتنے تعجب کی بات ہے کہ حج اور عمرہ بار بار کرو تمہاری روزی بڑھ جائے گی۔ معلوم ہوا کہ رزاق کو خوش کرنے سے روزی بڑھ جاتی ہے اور حج و عمرہ بھی عاشقانہ عبادت ہے۔ کعبہ کا طواف کرنا، صفا مروہ پر دوڑنا یہ کیا عشق نہیں ہے؟ عرفات منیٰ مزدلفہ یہ سب ارکان عاشقانہ ہیں، مگر جب سُنت کے مطابق ہو گا تب قبول ہو گا۔ بہرحال کعبہ شریف اور مدینہ شریف دونوں کی محبت ہمارے ذمہ ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان

جیسا کہ ابھی عرض کیا کہ دنیوی حکومتوں کا سفیر اس ملک کے بادشاہ کا نمایندہ، ترجمان اور امین ہوتا ہے اور جتنا ہی بڑا ملک ہوتا ہے اُتنی ہی زیادہ اُس کے سفیر کی عزت ہوتی ہے۔ سفیر کی زبان بادشاہ کی زبان ہوتی ہے۔ اسی طرح پیغمبر اللہ کا سفیر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سفیر ہیں۔ اس لیے آپ کا فرمان اللہ کا فرمان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ [۱]

[۱] النجم: ۳

ترجمہ: ”اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں بلکہ ان کا ارشاد خالص وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔“ (بیانُ القرآن)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اللہ ہی کا حکم ہے۔ اس میں فرق کرنے والا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو اللہ کے فرمان سے الگ سمجھنے والا یعنی آپ کے ارشادات کا انکار کرنے والا ایمان سے خارج ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں اہل ایمان سے فرماتے ہیں:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ [۱۱]

یعنی ہمارا رسول تمہیں جو کچھ دے اُسے سر آنکھوں پر رکھ لو اور جس چیز سے روک دے اُس سے رُک جاؤ۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رُک جایا کرو۔ (اور یہی حکم ہے افعال واحکام میں بھی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کی اجمالی معرفت کے لیے یہی انتساب کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ بظاہر تو یہ تین لفظ ہیں ”**مُحَمَّدٌ**“ ”**رَسُوْلُ**“ اور ”**اللّٰه**“ لیکن اس میں کس قدر عظمت چھپی ہوئی ہے، ذرا اس انتساب کو دیکھو کہ کس کے رسول ہیں، میری عظمت و جلال و کبریائی سے میرے رسول کی عظمتِ شان کو پہچانو کہ یہ میرے رسول ہیں اور رسول بھی کیسے کہ خاتم النبیین ہیں، نبوت آپ پر ختم کر دی گئی۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ [۱۲]

معارف القرآن میں ہے کہ صفت خاتم الانبیاء ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالاتِ نبوت

[۱۱] الحشر:۷

[۱۲] الاحزاب:۴۰

ورسالت میں آپ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے کیوں کہ قرآنِ کریم نے خود اس کو واضح کر دیا ہے۔

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ [۱۳]

یعنی آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے۔ انبیائے سابقین کے دین بھی اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے مکمل تھے کوئی ناقص نہ تھا لیکن کمالِ مطلق اس دین مصطفوی کو حاصل ہوا جو اوّلین و آخرین کے لیے حجت اور قیامت تک چلنے والا دین ہے۔

لفظ خاتم النبیین نے یہ بھی بتلا دیا کہ آپ کے بعد قیامت تک آنے والی سب نسلیں اور قومیں آپ ہی کی اُمت میں شامل ہوں گی اس وجہ سے آپ کی اُمت کی تعداد بھی دوسری اُمتوں سے زیادہ ہوگی اور آپ کی روحانی اولاد دوسرے انبیاء کی نسبت سے بھی زیادہ ہوگی۔ (معارفُ القرآن)

پس آپ سید الانبیاء ہیں، تمام نبیوں کے سردار ہیں، اللہ کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم'' میں اس ضمن میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان کے تحت چند احادیث نقل فرمائی ہیں:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے (یعنی اُن کا پُتلا بھی تیار نہ ہوا تھا)۔ روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے، اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے اور مشکوٰۃ میں شرح السنۃ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔ [۱۴]

---

[۱۳] المائدۃ: ۳

[۱۴] المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۶۵۶/۲ باب ذکر اخبار سید المرسلین و خاتم النبیین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کے لیے نبوت کس وقت ثابت ہوچکی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ جس وقت آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان میں تھے (یعنی اُن کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو حَسَنٌ کہا۔[۱۵]

اور حضرت ابو جعفر محمد بن علی (یعنی امام محمد باقر) رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء سے تقدم کیسے ہوگیا حالاں کہ آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پشتوں میں سے اُن کی اولاد کو (عالم یثاق میں) نکالا اور ان سب سے اُن کی ذات پر یہ اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے اوّل (جواب میں) بَلٰی (یعنی کیوں نہیں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور اسی لیے آپ کو سب انبیاء سے تقدم ہے گو آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔

نشر الطیب کی دوسری فصل ''سابقین میں آپ کے فضائل ظاہر ہونے میں'' یہ روایت منقول ہے کہ حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مُبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔[۱۶]

فائدہ: اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا اظہار آدم علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہے۔

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے چُوک ہوگئی تو اُنہوں نے (جناب باری تعالیٰ میں) عرض کیا کہ اے پروردگار! میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت کردیجیے۔ سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تم

---

[۱۵] جامع الترمذی: ۲/۲۰۲، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

[۱۶] المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۲/۶۷۱ (۴۲۲۷)، ومن كتاب آيات رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ دار الكتب العلمية، بيروت

نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا حالاں کہ ہنوز میں نے اُن کو پیدا ہی نہیں کیا۔ عرض کیا کہ اے رب! میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اُٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہو گا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق میں سے زیادہ پیارا ہو گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تم سچے ہو، واقعی میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے اُن کے واسطے سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی، اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے، اور روایت کیا اس کو حاکم نے اور اس کی تصحیح کی، طبرانی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور اتنا اور زیادہ ہے کہ (حق تعالیٰ نے فرمایا کہ) وہ تمہاری اولاد میں سب انبیاء سے آخری نبی ہیں۔[۱۷]

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتا ہے کہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا تھا جو اس مضمون کی تائید کرتا ہے؎

اے ختمِ رسل قربِ تو معلوم شد
زدیر آمدئی زراہِ دور آمدئی

اے ختمِ رسل! آپ کا قرب معلوم ہو گیا۔ اس وجہ سے آپ بہت دیر سے آئے اور بہت دور یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت قریب سے آئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالاتِ رفیعہ سے سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عظمتِ شان کی معرفت

قرآنِ پاک کی مذکورہ بالا بعض آیات اور بعض احادیثِ مُبارکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[۱۷] المستدرك على الصحيحين للحاكم: ٦٧٢/٢ (٤٢٢٨)، باب ومن كتاب آيات رسول الله صلى الله عليه وسلم، دار الكتب العلمية، بيروت

کی عظمتِ شان کی اجمالی معرفت کے لیے بیان کی گئیں لیکن آپ کی معیت اور صحبتِ مبارکہ جو صحابہ پر اثر انداز ہوئی اور اُن کی زندگی میں جو انقلاب آیا اُس کو اللہ تعالیٰ سند کے طور پر قیامت تک آنے والی اُمت کے لیے قرآنِ پاک میں بیان فرمارہے ہیں کہ:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫
سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ [۱۸]

اے لوگو! میرے رسول کی جلالتِ شان کو تھوڑا سا سمجھنے کے لیے تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تم جان لو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول ہیں۔ جتنا عظیم میں ہوں اسی سے میرے رسول کی عظمت کو پہچانو۔ بادشاہ کی عظمت سے سفیر کی عظمت ہوتی ہے۔ جتنے بڑے ملک کا بادشاہ ہوتا ہے اُتنی ہی اُس کے سفیر کی عظمت و اہمیت ہوتی ہے۔ میں تو ربّ العالمین ہوں، احکم الحاکمین ہوں، سلطان السلاطین ہوں اس سے میرے رسول کی عظمت کو پہچانو، لیکن جس طرح تمہاری عقل و فہم و ادراک میری عظمتوں کا احاطہ نہیں کرسکتے اسی طرح میرے رسول کی عظمتوں کا تم کیا احاطہ کروگے، میرے رسول کے انوارِ نبوت کو بلاواسطہ دیکھنے سے تمہاری آنکھیں قاصر ہیں۔ لہٰذا میرے رسول کے انوار کو وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ میں دیکھو یعنی اُن لوگوں کے اندر دیکھو جن پر میرے رسول کے نور کا عکس پڑگیا ہے، جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول کی خوشبو میں بسائے گئے ہیں اُن میں میرے نبی کی خوشبو سونگھو کہ جن کے شاگردوں کی یہ شان ہے تو اُستاد کی کیا شان ہوگی! یہ اس مَعَهٗۤ یعنی معیتِ رسول کا فیض ہے جس نے صحابہ کو کیا سے کیا بنادیا۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

جو پہلے کُفر و شرک سے مُردہ تھے معیتِ رسول سے حیاتِ ایمانی سے مشرف ہوگئے، جو بُتوں کے آگے سر جُھکاتے تھے اب اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ کی عبادت میں سرگرم ہیں اور کفر

[۱۸] الفتح: ۲۹

وشرک سے ایسی شدید نفرت ہوگئی کہ آگ میں جل جانا اُن کو کُفر پر لوٹ جانے سے زیادہ محبوب ہے، جان مال آل اولاد سب سے زیادہ اب اللہ پیارا ہو گیا، جو شدّتِ غضب پہلے اللہ اور اللہ کے عاشقوں سے تھی رسولِ پاک کی معیت وصحبت کی برکت سے اب وہ شدت اللہ کے دشمنوں پر محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے صَرف ہونے لگی جس کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں موقع مدح میں بیان فرمارہے ہیں:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

میرے نبی کے صحبت یافتہ کافروں کے مقابلے میں بہت اشد، بہت سخت اور تیز ہیں لیکن آپس میں اُن کا کیا حال ہے:

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

آپس میں بہت مہربان ہیں، ایک دوسرے پر فدا ہیں یہ اس مَعَهٗ کا فیض ہے کہ جو محبت پہلے نفسانی خواہشات کے لیے تھی میرے نبی کی صحبت نے اس کا رُخ بدل دیا اور وہی محبت اب اللہ کے لیے اللہ سے محبت کرنے والوں پر نثار ہونے لگی۔

میرے رسول کی معیت کا فیض دیکھو کہ بندوں کے ساتھ اُن کے اخلاق میں یہ حیرت انگیز انقلاب آگیا اور میرے ساتھ اُن کی عبادت کا کیا مقام ہے:

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

تم دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں جھکے ہوئے ہیں، کبھی سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو لوگ کبھی باطل خداؤں کی عبادت کیا کرتے تھے میرے رسول کی صحبت نے اس محبت کا رخ پھیر دیا اور باطل معبودوں کے سامنے جھکنے والے سروں کو معبودِ حقیقی کے سامنے جھکا دیا۔

اور اُن کے اخلاق واعمال میں یہ انقلاب کس وجہ سے آیا؟ کافروں کے ساتھ شدت اور ایمان والوں کے ساتھ محبت ورحمت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رکوع وسجود میں انہماک کس غرض کے لیے تھا؟ اسی آیت میں آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا

ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کو ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ میرے شیخ اوّل حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ یوں فرماتے تھے کہ صحابہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو سونگھتے پھرتے ہیں کہ کیا کرلوں کہ میرا رب خوش ہوجائے۔ اُن کے اخلاص کا یہ اثر ہے کہ

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

اُن کی عبدیت کے آثار بوجہ تاثیرِ سجدہ کے اُن کے چہروں سے نمایاں ہورہے ہیں، یہ آثار خشوع و خضوع کے انوار ہیں جو مومن متقی کے چہرے میں مُشاہدہ کیے جاتے ہیں، کمالِ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہروں پر نُور ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ دل جب نُور سے بھر جاتا ہے تو آنکھوں سے چھلکنے لگتا ہے، چہرے سے جھلکنے لگتا ہے۔

اسی کو علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں سِيْمَا کی تفسیر میں فرمایا:

هُوَ نُوْرٌ يَّظْهَرُ عَلَى الْعَابِدِيْنَ يَبْدُوْ مِنْ بَاطِنِهِمْ عَلٰى ظَاهِرِهِمْ[۱۹]

سیما ایک نور ہے جو اللہ کے عبادت گزار بندوں پر اُن کے باطن سے چھلک کر اُن کے ظاہر پر نمایاں ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بتادیا کہ یہ اوصاف جو صحابہ میں پیدا ہوئے یہ اُن کی ذاتی صفات نہیں تھیں بلکہ چوں کہ وہ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ تھے یعنی معیتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو حاصل تھی یہ اُسی معیت کا فیض تھا کہ اب قیامت تک اُن کا مثل پیدا نہیں ہوسکتا، کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی ایک ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا کیوں کہ اب سید الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کسی کو میسر نہیں ہوسکتی۔ جو وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ[۲۰] کے مصداق تھے، کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے اب نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس پڑجانے سے ہدایت کے چراغ بن گئے، ہر صحابی ستارۂ ہدایت بن گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

[۱۹] روح المعانی: ۱۲۵/۲۶، الفتح (۲۹)، دار احیاء التراث، بیروت
[۲۰] اٰلِ عمران: ۱۶۸

اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّہِمُ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِہۡتَدَیۡتُمۡ [۲۱]

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، اُن میں سے تم جس کی بھی اقتدا کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔ مشکوٰۃِ نبوت سے جس صحابی پر جس قسم کی جو شعاع پڑ گئی وہ اُس کا مصداق ہو گیا۔ نگاہِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق پر پڑی تو **اَرۡحَمُ اُمَّتِیۡ بِاُمَّتِیۡ اَبُوۡ بَکۡرٍ** ہو گئے کہ میری اُمّت میں میری اُمّت پر سب سے زیادہ رحم دل ابو بکر ہیں اور اسی نگاہِ مُبارک کے صدقے میں شبِ معراج کی ایک تصدیق سے آپ صدیق ہو گئے جس کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

چشم احمد بر ابو بکرے زدہ
از یکے تصدیق صدیق آمدہ

حضرت ابو بکر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک کا ایسا فیضان ہوا کہ ایک تصدیق سے وہ صدیق ہو گئے اور صدیق آئینۂ نبوت ہوتا ہے۔ اور مشکوٰۃِ نبوت سے فاروق بین الحق والباطل کی ایک شعاع حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑ گئی اور آپ فاروق ہو گئے، اور اسی نگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **اَشَدُّہُمۡ فِیۡ اَمۡرِ اللہِ عُمَرُ** یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں سب سے اشد عمر ہیں۔ حیائے نبوت کی ایک شعاع نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو **اَصۡدَقُہُمۡ حَیَاءً عُثۡمَانُ** بنا دیا کہ میرے صحابہ میں حیا کے اعتبار سے سب سے بڑھے ہوئے حضرت عثمان ہیں۔ اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شعاع کے فیضان ہی سے آپ ذوالنورین بھی ہو گئے۔ اور نگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیض تھا کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علوم و معارف سے آراستہ کر کے بابُ العلم (علم کا دروازہ) اور اسدُ اللہ (شیرِ خدا) اور **اَقۡضٰہُمۡ عَلِیٌّ** [۲۲] یعنی سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ایک لفظ **مَعَہٗۤ** نازل کر کے بتا دیا کہ معیتِ رُسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی کایا پلٹ دی اور جیسا کہ اوپر حدیثِ پاک مذکور ہوئی کہ ہر صحابی

---

[۲۱] صحیح البخاری: ۱/۴۹۴،۳۴۴ (۳۴۶۱)، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، المکتبۃ المظھریۃ

[۲۲] جامع الترمذی: ۲/۲۱۹، باب مناقب معاذ بن جبل، ایچ ایم سعید

ستارۂ ہدایت ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتادیا کہ صحبت میں اللہ تعالیٰ نے کیمیا کا اثر رکھا ہے۔ جس طرح کیمیا تانبے کو سونا بنادیتا ہے اسی طرح صحبت کفر وفسق سے مُردہ دلوں کو حیاتِ ایمانی سے مُشرف کرتی ہے اور دوسری آیت میں كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[۲۳] نازل فرماکر مزید صراحت فرمادی کہ اہلِ صدق، اہلِ تقویٰ کی صحبت و معیت کے بغیر تم صاحبِ تقویٰ اور صاحبِ ولایت نہیں ہوسکتے کیوں کہ تقویٰ ہی ولایت کی بنیاد ہے۔ كَمَا قَالَ تَعَالٰى اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ[۲۴] کہ اللہ کا کوئی ولی نہیں سوائے اُن کے جو متقی ہیں۔ اور صادقین اور متقین کلی متساوی ہیں جس کی دلیل قرآنِ پاک کی آیت اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ[۲۵] ہے۔ معلوم ہوا کہ جو صادق ہے وہ متقی ہے اور جو متقی ہے وہ صادق ہے۔

عظمتِ رسالت کا منکر جہنمی ہے

مذکورہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کیا شان دی ہے۔ علمائے اُمت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا درجہ ہے لہٰذا جو اللہ تعالیٰ کے نام پر قُربان ہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ قربان ہو پھر اُس کی کیا قربانی ہے۔ کوئی اللہ پر قربان ہے، شہادت کے لیے تیار ہے لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اُس کے دل میں نہیں ہے تو جہنم میں جائے گا۔ اس لیے عظمتِ رسالت بھی ایمان کے لیے لازمی ہے۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے بہت قیمتی بات فرمائی۔ جامع)

بعض لوگ شہید ہونے کے لیے تیار ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت میں کمی ہے جس کی دلیل ہے کہ سُنّت کی اتباع نہیں کرتے، گناہوں سے نہیں بچتے تو یہ دلیل ہے کہ اُن کے دل میں اللہ کی عظمت میں بھی کمی ہے۔ عظمتِ رسول عظمت اللہ کی دلیل ہے، جس کے دل میں اللہ کی جس قدر عظمت ہوگی اُسی قدر اُس کے دل میں رسول کی

۲۳؎ التوبۃ:۱۱۹
۲۴؎ الانفال:۳۴
۲۵؎ البقرۃ:۱۷۷

عظمت بھی ہوگی۔ ثابت ہوا کہ جس کے دل میں رسول اللہ کی عظمت نہیں اُس کے دل میں اللہ کی بھی عظمت نہیں ہے، اس لیے رسالت کا منکر اللہ کا منکر ہے اس لیے جہنمی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کن لوگوں کو محبوب ہوتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَ الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا[۲۶] سے معلوم ہوا کہ اتباعِ سُنّت کس کو نصیب ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کن کو محبوب ہے اور کون لوگ آپ کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرتے ہیں؟ جو اللہ سے ڈرتے ہیں، قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ ذکر اللہ سے مراد صرف ذکرِ لسانی نہیں ہے بلکہ تمام احکاماتِ خداوندی کی اطاعت ہے۔ اُن کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے رسول ہی میں بہترین نمونہ ہے۔ اس میں ایک علمی نکتہ یہ ہے کہ آیت میں متعلقات کو مقدم کیا گیا جن کا حق تأخر کا تھا جس سے معنٰی حصر کے پیدا ہوگئے اَلتَّقۡدِیۡمُ مَا حَقُّہُ التَّاخِیۡرُ یُفِیۡدُ الۡحَصۡرَ تو معنٰی یہ ہوئے کہ صرف میرے رسول ہی میں اسوۂ حسنہ موجود ہے، رسول اللہ کے علاوہ اسوۂ حسنہ کسی اور میں ہو ہی نہیں سکتا اور چوں کہ اسوۂ حسنہ وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں یعنی مومن کامل ہیں اور ذاکر یعنی مطیع و فرماں بردار ہیں اور اس لیے صوفیا ایمان میں ترقی، اللہ اور آخرت پر یقین اور اللہ کے احکامات کی بجا آوری کے لیے ذکر اور مجاہدات کراتے ہیں تاکہ یَرۡجُوا اللّٰہَ کے مصداق ہوکر متبع سُنّت ہوجائیں۔ سُنّت پر عمل وہی کرے گا جو اللہ تعالیٰ اور یومِ قیامت سے ڈرے گا اور فرماں بردار ہوگا۔ یہ لطائفِ قرآنیہ سے ہے تفسیر نہیں ہے۔

درود شریف کی اہمیت اور لفظ درود کے معانی

درود شریف کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر

---

[۲۶] الاحزاب:۲۱

درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ [۲۷]

بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تاکہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمے ہے ادا ہو جائے) (بیان القرآن)

اس کی تفسیر میں حضرت حکیمُ الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا رحمت بھیجنا تو رحمت فرمانا ہے اور مراد اس سے رحمت مشترکہ نہیں ہے کہ اس سے اختصاص مقصود ثابت نہیں ہوتا بلکہ رحمتِ خاصہ ہے جو آپ کی شانِ عالی کے مناسب ہے، اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا اور اسی طرح جس رحمت کے بھیجنے کا ہم (مسلمانوں) کو حکم ہے اس سے مراد اُس رحمتِ خاصہ کی دعا کرنا ہے اور اسی کو ہمارے محاورے میں درود کہتے ہیں (اِنْتَهٰى كَلَامُهٗ) یعنی اللہ تعالیٰ کے رحمت بھیجنے سے مراد نزولِ رحمت ہے اور رحمت بھی مشترکہ نہیں جو دوسروں کو بھی حاصل ہے، بلکہ وہ رحمتِ خاصہ مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے شایانِ شان ہے اور جو مخلوق میں سوائے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو حاصل نہیں، اور فرشتوں کے رحمت بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس رحمتِ خاصہ کی دعا کرتے ہیں اور آیت میں آگے مومنین کو جو رحمت بھیجنے کا حکم ہو رہا ہے اس سے بھی مراد اس رحمتِ خاصہ کی دعا کرنا ہے جس کو عرفِ عام میں درود کہتے ہیں اور آیت کا عاشقانہ ترجمہ میں یہ کرتا ہوں کہ:

"اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتے ہیں، اے مسلمانو! تم بھی میرے نبی سے پیار کرو۔"

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ "صلی اللہ علیہ وسلم" کا عاشقانہ ترجمہ یوں کرتے تھے کہ اللہ پیار کرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور سلامت رکھے ان کو۔

[۲۷] الاحزاب:۵۶

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اصل مقصود آیت کا مسلمانوں کو یہ حکم دینا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجا کریں مگر اس کی تعبیر و بیان میں اس طرح فرمایا کہ پہلے حق تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عمل صلوٰۃ کا ذکر فرمایا، اس کے بعد عام مؤمنین کو اس کا حکم دیا جس میں آپ کے شرف اور عظمت کو اتنا بلند فرمادیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے وہ کام ایسا ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں تو عام مؤمنین جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے شمار ہیں اُن کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہیے، اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود و سلام بھیجنے والے مسلمانوں کی ایک بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمالیا جو کام حق تعالیٰ خود بھی کرتے ہیں اور اُس کے فرشتے بھی (انتھیٰ) پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم الشان شرف حاصل ہے کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ خود شریک ہیں۔

آگے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت صلوٰۃ کی ہے اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ اُن کا آپ کے لیے دُعا کرنا ہے اور عام مؤمنین کی طرف سے صلوٰۃ کا مفہوم دُعا و مدح و ثناء کا مجموعہ ہے۔ عام مفسرین نے یہی معنیٰ لکھے ہیں اور امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو العالیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ سے مراد آپ کی تعظیم اور فرشتوں کے سامنے مدح و ثناء ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی تعظیم دنیا میں تو یہ ہے کہ آپ کو بلند مرتبہ عطا فرمایا، کہ اکثر مواقع اذان و اقامت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر شامل کر دیا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین کو دنیا بھر میں پھیلا دیا اور غالب کیا اور آپ کی شریعت پر عمل قیامت تک جاری رکھا۔ اس کے ساتھ آپ کی شریعت کو محفوظ رکھنے کا ذمہ حق تعالیٰ نے لے لیا، اور آخرت میں آپ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کا مقام تمام خلائق سے بلند و بالا کیا اور جس وقت کسی پیغمبر اور فرشتے کو شفاعت کی مجال نہ تھی اس حال میں آپ کو مقامِ شفاعت عطا فرمایا جس کو مقامِ محمود کہا جاتا ہے۔ (اِنْتَہٰی کَلَامُہٗ)

درود شریف کے کچھ مزید معانی

بعض علماء نے بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود تک پہنچانا ہے جو مقامِ شفاعت ہے، اور فرشتوں کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندئ درجات کے لیے دُعا اور آپ کی اُمت کے لیے استغفار کرتے ہیں، اور مومنین کے درود سے مراد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ساتھ محبت کرنا اور آپ کے اوصافِ جمیلہ و سیرتِ عالیہ کا تذکرہ و تعریف کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل محبوبیت

اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف اور اعزاز و اکرام فرمایا مثلاً آدم علیہ السلام کے لیے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا لیکن کسی حکم اور کسی اعزاز و اکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف ہمارے پیارے نبی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے کہ درود شریف کی نسبت پہلے اپنی طرف فرمائی اور پھر فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد اہل ایمان کو حکم دیا کہ اے مسلمانو! تم بھی میرے نبی پر درود بھیجو۔ اس عمل میں اللہ اور اُس کے فرشتوں کے ساتھ شرکت نعمت نہیں ہے؟ جس تجارت میں بادشاہ کا حصہ بھی ہو اُس تجارت میں خسارہ اور (Loss) ہو سکتا ہے؟ وہ بزنس گھاٹے میں جا سکتا ہے؟ درود شریف بھیجنا اللہ کا کام ہے اور فرشتوں کا کام ہے اس میں اپنا حصہ لگالو، یہ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ [۲۸] ہے۔ اس میں خسارہ ہے ہی نہیں۔

درود شریف کی فضیلت پر بعض احادیثِ مُبارکہ

نشر الطیب میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو

۲۸؎ فاطر:۲۹

شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ مُعاف ہوتے ہیں اور اُس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔[۲۹]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔[۳۰]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے ملائکہ زمین میں سیاحت کیا کرتے ہیں اور میری اُمت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے۔[۳۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔[۳۲]

فائدہ: اس حدیث سے محققین نے کہا کہ آپ کا نام مُبارک سُن کر اوّل بار درود پڑھنا واجب ہے، پھر مکرّر اگر اُسی مجلس میں ذکر ہو تو مستحب ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دعا معلّق رہتی ہے درمیان آسمان و زمین کے، اُس میں سے کچھ بھی (مقامِ قبول تک) نہیں پہنچتی جب تک کہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود نہ پڑھو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔[۳۳]

درود شریف کی ایک عجیب خصوصیت

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت حکیم الامت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صرف سات برس چھوٹے تھے اور حضرت کے بہت پرانے

۲۹ سنن النسائی: ۱/۱۹۱، باب الفضل فی الصلٰوۃ علَی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، المکتبۃ القدیمیۃ
۳۰ جامع الترمذی: ۱/۱۱۰، باب فضل الصلٰوۃ علَی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید
۳۱ سنن النسائی: ۱/۲۰۳، باب اکثار الصلٰوۃ علَی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، المکتبۃ القدیمیۃ
۳۲ جامع الترمذی: ۲/۱۹۴، باب من ابواب الدعوات، المکتبۃ القدیمیۃ
۳۳ جامع الترمذی: ۱/۱۱۰، باب فضل الصلٰوۃ علَی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

خلفاء میں تھے اور دوسرے خلفاء بھی حضرت کی خدمت میں باادب بیٹھتے تھے وہ فرماتے تھے کہ صرف درود شریف ایسی عبادت ہے جس میں منہ سے بیک وقت اللہ تعالیٰ کا نام بھی نکلتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی نکلتا ہے، دونوں نام ایک ساتھ نکلتے ہیں، درود شریف کے علاوہ اور کوئی عبادت ایسی نہیں جس میں دونوں نام ساتھ ساتھ نکلیں۔

یا رب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ما ایم میانِ دو کریم

اے میرے رب! آپ کریم ہیں اور آپ کا نبی بھی کریم ہے، سینکڑوں شکر ہے کہ ہم دو کریم کے درمیان ہیں۔ ہماری کشتی پھر کیسے ڈوب سکتی ہے۔ ایک شاعر نے کہا کہ جب میں نے درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ کا نام بھی منہ سے نکلا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی نکلا اُس وقت اتنا مزہ آیا کہ جیسے

دل کو تھاما اُن کا دامن تھام کے
ہاتھ میرے دونوں نکلے کام کے

اس لیے جو فرائض و واجبات و سُنّتِ مؤکدہ ادا کرتا رہے، گناہوں سے بچتا رہے اور صرف درود شریف کثرت سے پڑھتا رہے اُس کی مغفرت کی ضمانت ہے۔ ارے محبت بھی تو کوئی چیز ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو عین ایمان ہے۔

درود شریف پڑھنے کا ایک دل نشین طریقہ

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب درود شریف پڑھو تو سوچو کہ میں روضۂ مبارک کے سامنے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کی جو بارش ہو رہی ہے اُس کے کچھ چھینٹے مجھ پر بھی پڑ رہے ہیں۔ اس تصور سے درود شریف پڑھیے پھر دیکھیے کیسا مزہ آتا ہے۔ درود شریف ایسی عبادت ہے جس میں منہ سے بیک وقت اللہ تعالیٰ کا نام بھی نکلے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی نکلے۔ اللہ و رسول دونوں جس عبادت میں جمع ہو جائیں اُس کا کیا کہنا ہے کہ اللہ بھی راضی اور رسول اللہ بھی راضی۔

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جانا نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اکثر درود شریف کی کثرت اور کمالِ اتباع سُنّت اور غلبۂ محبت سے یہ نصیب ہو جاتی ہے لیکن یہ کوئی کُلّیہ اور لازمی امر نہیں اس لیے اگر کسی کو نصیب نہ ہو تو مغموم نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کسی کو اتباعِ سُنّت، تقویٰ اور گناہوں سے حفاظت حاصل ہے لیکن خواب میں زیارت نہیں ہوئی تو مغموم نہ ہو کہ اس کو مقصود یعنی اتباع حاصل ہے اور اگر کسی کو زیارت ہوگئی لیکن طاعت و تقویٰ نصیب نہیں تو یہ اس کے لیے کافی نہیں۔ حضرت حکیمُ الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی متبع سُنّت، متقی اور پرہیز گار خواب میں روزانہ خود کو جہنم میں جلتا ہوا دیکھتا ہے تو یہ خواب اُس کے لیے کچھ مضر نہیں اور کوئی غیر متقی فاسق و فاجر کو روزانہ خواب میں زیارت ہوتی ہے تو یہ خواب اُس کے لیے کچھ مفید نہیں کیوں کہ اُن کو کیا مل گیا جنہوں نے بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لیکن اتباع نہ کی جیسے ابو جہل اور ابو لہب۔ یہ صورتاً قریب تھے معناً دور تھے، اور بعضے جنہوں نے آپ کو نہیں دیکھا لیکن اتباع و محبت کی وجہ سے وہ صورتاً دور تھے معناً قریب تھے جیسے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ۔ بہرحال چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نعمتِ عظمیٰ اور سعادت ہے اس لیے نشر الطیب سے چند احادیث زیارت کی فضیلت کے بارے میں نقل کی جاتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اُس نے مجھ کو ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری صورت میں متمثّل نہیں ہو سکتا۔ روایت کیا اس کو بُخاری و مسلم نے۔[۳۴]

فائدہ: اس میں بشارت ہے اس خواب دیکھنے والے کے لیے حُسنِ خاتمہ کی۔ چناں چہ بزرگانِ دین نے ایسے خواب کی یہی تعبیر دی ہے کہ اس شخص کا خاتمہ بالخیر ہو گا۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پورا قصیدہ بردہ شریف روزانہ تہجد کے

---

۳۴ ؎ صحیح البخاری: ۲۱/۱ (۱۱۲)، باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، المکتبۃ المظہریۃ

وقت پڑھتے تھے۔ سب زبانی یاد تھا، ساتوں منزل روزانہ پڑھتے تھے۔ ہم لوگوں سے تو ایک منزل بھی نہیں پڑھی جاتی اور وہ ساتوں منزل مناجاتِ مقبول کی روزانہ پڑھتے تھے اور بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ تو ایسا دیکھا کہ فرمایا حکیم اختر میں نے آج خواب میں ایسا دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی نظر آئے۔ میں نے خواب ہی میں پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں نے آپ کو خوب دیکھ لیا؟ تو فرمایا ہاں! عبدالغنی تم نے اپنے رسول کو آج خوب دیکھ لیا۔ کیا کہوں پوری داستان آنکھوں کے سامنے سے گزر گئی۔ سترہ سال ساتھ رہا۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے شیخ کے انتقال کے بعد صدمے و غم میں میرا بھی انتقال ہوجائے گا مگر انتقال اللہ کے قبضے میں ہے جب ان کا حکم ہوگا تب ہوگا انتقال۔ (حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نے کہا: ''ان شاء اللہ ابھی تو بہت دور ہے، آمین۔'' جامع) فرمایا کہ میرے شیخ کی آواز ایسی پیاری تھی کہ جب تلاوت کرتے تھے تو لگتا تھا کہ ساز بج رہا ہے۔ حضرت فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، ہندوؤں کی بارات رُک گئی۔ ایسی پیاری آواز آئی کہ بارات آگے نہ بڑھ سکی، جب تک نماز ختم نہیں ہوئی تب تک سب ہندو تلاوت سنتے رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت پر رحمت و شفقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو محبت، رحمت اور شفقت اپنی اُمت کے ساتھ تھی اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں اس کی شہادت دے رہے ہیں:

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲۸﴾[۳۵]

یعنی ہم نے تمہارے پاس اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے جو تم میں ہی سے ہیں یعنی تمہاری جنس (بشر) سے ہیں جن کی شفقت ورحمت کی کیا شان ہے؟ کہ تمہارے ضرر کی بات ان کو گراں گزرتی ہے، چاہتے ہیں کہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے اور وہ تم پر حریص ہیں اور حریص

۳۵؎ التوبۃ:۱۲۸

کس بات پر ہیں؟ علامہ آلوسی اس کی تفسیر فرماتے ہیں:

حَرِیْصٌ عَلٰۤی اِیْمَانِکُمْ وَصَلَاحِ شَأْنِکُمْ[۳۶]

وہ تمہارے ایمان پر اور تمہاری صلاحِ شان پر حریص ہیں کہ تم ایمان لے آؤ اور تمہاری حالت کی اصلاح ہو جائے۔ اس کو کسی شاعر نے کہا ہے؎

حِرْصُکُمْ دَاۤئِرٌ عَلٰۤی اِیْمَانِنَا
لَا بِذَاتٍ بَلْ صَلَاحِ شَأْنِنَا

اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کی حرص کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ ہمارے ایمان اور ہماری صلاحِ شان سے ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ فَاِنَّ الْحِرْصَ لَا یَتَعَلَّقُ بِذَوَاتِہِمْ[۳۷] کیوں کہ اس حرص کا تعلق اے صحابہ! تمہاری ذات سے نہیں ہے، ان کی نظر تمہاری دنیا اور تمہارے مال پر نہیں ہے، وہ صرف تمہارے ایمان اور تمہاری اصلاحِ حال پر حریص ہیں، کیوں کہ ہم نے اپنے ہر نبی کی زبان سے یہ اعلان کرایا ہے کہ:

وَمَاۤ اَسْـَٔلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[۳۸]

میں تم سے اس دعوت الی اللہ کا کوئی بدلہ اور صلہ نہیں مانگتا، میرا صلہ تو میرے رب کے پاس ہے۔

اس حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ میں امتِ دعوت یعنی کفار بھی شامل ہیں۔ آپ کی شفقت ورحمت کی یہ شان ہے کہ کفار کے ایمان واسلام کے لیے بھی آپ اپنی جان پاک کو گھلا رہے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا اور فرمایا: اے نبی! کیا ان کافروں کے ایمان نہ لانے کے غم میں آپ اپنی جان دے دیں گے۔ کَمَا قَالَ اللہُ تَعَالٰی

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِہِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِہٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ﴿۶﴾[۳۹]

---

[۳۶] روح المعانی: ۱۱/۵۲ سورۃ التوبۃ (۱۲۸)، مکتبۃ دار احیاء التراث، بیروت

[۳۷] روح المعانی: ۱۱/۵۲ سورۃ التوبۃ (۱۲۸)، مکتبۃ دار احیاء التراث، بیروت

[۳۸] الشعرآء: ۱۰۹

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾[۴۰]

جب دشمنوں پر آپ کی رحمت کی یہ شان ہے تو اہل محبت یعنی مومنین کے ساتھ آپ کی رحمت و شفقت کا کیا عالم ہو گا! اسی کو حق تعالیٰ نے اگلی آیت میں بیان فرمادیا جو تَخۡصِیۡصٌ بَعۡدَ التَّعۡمِیۡمِ ہے یعنی حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ میں تو عموم ہے کہ اس میں مؤمنین و کفار دونوں شامل ہیں لیکن آگے مومنین کو خاص فرمارہے ہیں کہ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ مومنین کے ساتھ آپ رؤف ورحیم ہیں یعنی بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ رأفت کے معنیٰ ہیں دفع مَضَرَّت اور رحمت کے معنیٰ ہیں جَلبِ منفعت، تو یہ معنیٰ ہوئے کہ جو باتیں اہل ایمان کے لیے مضر ہیں اُن کو دفع کرتے ہیں اور جو باتیں مؤمنین کے لیے نفع بخش ہیں وہ عطا کرتے ہیں اور ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین پر آپ کی شانِ رحمت کی یوں شہادت دی ہے کہ:

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ[۴۱]

یعنی اے ایمان والو! جتنی محبت تمہیں اپنی جانوں کے ساتھ ہے ہمارے نبی کو اس سے زیادہ محبت تمہاری جانوں سے ہے۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری جانوں کے ساتھ ایسا تعلق ہے جو خود ہمیں اپنی جانوں سے نہیں تو ہم پر آپ کا حق اپنی جان سے زیادہ ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر حق ہے کہ ہم اپنی جان سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں اور اس محبت کا ثبوت یہ ہے کہ ہر کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔

فَاِنَّ الۡمُحِبَّ لِمَنۡ یُّحِبُّ مُطِیۡعٌ[۴۲]

کیوں کہ عاشق جس سے محبت کرتا ہے اُس کا فرماں بردار ہوتا ہے۔

لہٰذا اُس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر ہم اپنی کروڑوں جانیں قربان کر دیں تو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

۳۹؎ الکھف:۶
۴۰؎ الشعرآء:۳
۴۱؎ الاحزاب:۶
۴۲؎ روح المعانی:۳/۱۳۸،اٰل عمرٰن(۳۱)،داراحیاءالتراث،بیروت

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اے ہمارے رب! آپ اپنے محبوب رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ قیامت تک پیار فرمایئے اور ان کو سلامت رکھیے یعنی ان پر رحمت و سلامتی نازل فرماتے رہیے جو ساری خلائق میں سب سے زیادہ آپ کے پیارے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

(از معرفتِ الٰہیہ ارشادات حضرت مولانا ومرشدنا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ)

مرتبہ: مولانا حکیم محمد اختر صاحب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شعر و شاعری، فصاحت و بلاغت کا اتنا عروج ہوا کہ اہل عرب تمام ممالک کو اپنے مقابلے میں عجم (یعنی گونگا) کہنے لگے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا فصیح اور بلیغ کلام کا معجزہ عطا فرمایا جس نے تمام فصحائے عرب کو حیرت زدہ اور عاجز کردیا، اور کیوں نہ عاجز ہوتے، اللہ کا کلام تھا، کوئی معمولی بات تھی؟ میاں کی بولی کون بول سکتا تھا؟ یوں تو ان ہی حروف الف، باء، تاء، ثاء سے بنے ہوئے جملے ہم بھی بولتے ہیں، مگر قرآن کے الف، باء، تاء، ثاء اور ہیں، قرآنی الف، باء، تاء، ثاء اپنے اندر انوارِ الٰہیہ لیے ہوئے ہیں۔ قرآن کے الف، باء، تاء، ثاء دوسرے عالم کے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآنی حروف سے بنے ہوئے جملے اپنی مثل لانے سے تمام مخلوق کو عاجز کردیتے ہیں۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نور خورشیدم فتادہ بر شما
لیک از خورشید ناگشتہ جُدا

مولانا فرماتے ہیں کہ قرآن اللہ کا نور ہے، اور عجیب مثال سے مولانا توضیح فرماتے ہیں کہ جس طرح آفتاب کا نور سارے عالم میں روشنی پہنچاتا ہے لیکن آفتاب کا یہ نور آفتاب کی ٹکیہ سے جُدا نہیں ہے، اسی طرح قرآن حق تعالیٰ کا نور ہے اور ہر طالبِ نور کو اپنا فیض پہنچارہا ہے اور

اللہ تعالیٰ سے جُدا بھی نہیں۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں اس مثال سے بہت باریک اور نازک مسئلہ قرآن کے غیر مخلوق ہونے کا حل فرمادیا۔

قرآن نازل ہونے سے پہلے حق تعالیٰ شانہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات چالیس برس تک اہل عرب کو دکھائی کہ یہ میرا رسول ہے۔ اے اہل عرب! تم لوگ ظہور نبوت سے پہلے میرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن دیکھو کہ ایسا بچہ روئے زمین پر کبھی نہیں پیدا ہوا، اور اے اہلِ عرب! میرے رسول کی جوانی بھی دیکھ لو کہ ایسا جوان روئے زمین پر نہ پیدا ہوا ہے نہ پیدا ہوگا۔ ہمارے رسول کو ایک دو دن دیکھ کر فیصلہ مت کرو، چالیس برس تک ہم تم کو اپنا رسول دکھائیں گے، یہاں تک کہ میرے رسول کی صداقت اور امانت کا مکہ کی ہر ہر گلی میں، ہر ہر گھر میں چرچا ہونے لگے کہ ھٰذَا صَدُوْقٌ اَمِیْنٌ۔ یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سچے اور امین ہیں فَعُوْلٌ اور فَعِیْلٌ دونوں صیغے مبالغہ کے لیے آتے ہیں یعنی بہت بڑے سچے اور بہت بڑے امانت دار، آپ سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے؟ مگر اس سے اور نبیوں کی صداقت اور امانت کی تنقیص مراد نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کی صداقت کے افراد کا حلقہ اتنا وسیع ہے کہ اس کا احاطہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ آپ قیامت تک تمام عالم کے انسانوں اور جِنّوں کے لیے رسول ہیں اور پچھلے انبیاء علیہم السلام کا حلقہ محدود تھا۔

اے عرب کے بچوں! تم بھی میرے رسول کو دیکھو تاکہ کل جب تم ادھیڑ عمر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہورِ نبوت دیکھو تو جھٹلا نہ سکو۔ اور اے عرب کے جوانو! تم بھی میرے رسول کو دیکھو تاکہ کل جب بوڑھے ہو کر اعلانِ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنو تو انکار کی تمہیں کوئی گنجایش نہ رہے۔

اے عرب کے بچوں، جوانو اور بوڑھو! تم لوگوں نے چالیس برس تک میرے رسول کی صداقت اور امانت کو دیکھا، کہیں تم کو حرف رکھنے کی گنجایش بھی نہ ملی بلکہ تمہارے ہر فرد کی زبان سے میں نے اپنے رسول کے اخلاقِ حسنہ کو دکھلا کر یہ کہلوالیا کہ ھٰذَا صَدُوْقٌ اَمِیْنٌ احمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑے سچے اور بڑے امانت دار ہیں۔

اے عرب کے بوڑھو! تم لوگ میرے رسول کی عقل اور فہم کو عام انسانوں سے ممتاز پانے کے سبب اپنے معاملات میں میرے رسول کو حکم بناتے ہو اور ان کی صداقت اور امانت کی بناپر ان کے فیصلے پر بالاتفاق خوشی خوشی عمل کرتے رہے ہو۔ اور اے اہلِ عرب! تم نے دیکھا ہے اور خوب دیکھا کہ میرے رسول نے کسی کے سامنے کتاب نہیں کھولی ہے، نہ کسی مکتب و مدرسے میں قدم رکھا ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾[۴۳]

ترجمہ: آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی حالت میں یہ ناحق شناس لوگ کچھ شبہ نکالتے۔

چالیس برس تک دکھانے کے بعد اب ہم اپنے رسول کی رسالت اور نبوت کا اعلان کرتے ہیں اور جس فصاحت اور بلاغت پر اے عرب! تم نازاں ہو ہم اپنے اسی اُمّی یعنی ان پڑھ رسول سے تمہارا ناز توڑیں گے، کیوں کہ اس اُمّی رسول کا میں معلّم ہوں۔

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾[۴۴]

آپ کو رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی ہے

رحمٰن کی تعلیم کے فیض سے میرا رسول رحمۃٌ للعالمین ہے اور میرے رحمۃٌ للعالمین کی تعلیم کے فیض سے میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ[۴۵] ہیں، میری رحمت یہاں سے وہاں تک پھیل گئی۔

اے عرب کے فصحاء اور بلغاء! اور اے عرب کے زبان دانو! تم کو ناز ہے کہ ہم اہل لسان ہیں، آؤ میرے اس امّی رسول کے مقابلے میں۔

تو نہ دیدی گہے سلیماں را
چہ شناسی زبان مرغاں را

---

[۴۳] العنکبوت:۴۸
[۴۴] الرحمٰن:۱-۲
[۴۵] الفتح:۲۹

ترجمہ: جب تونے کبھی سلیمان علیہ السلام کو نہیں دیکھا تو چڑیوں کی زبان کو کیا سمجھ سکتا ہے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کُتب خانۂ چند ملّت بشست

ترجمہ: یہ وہ یتیم ہے کہ جس پر ابھی پورا قرآن نہیں اُترا ہے، لیکن تمام مذاہبِ سابقہ کی آسمانی کتابوں کو منسوخ کردیا۔ نہ اب توریت کے حکم پر عمل ہوگا، نہ اب انجیل کے حکم پر عمل ہوگا۔

حق تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ اے اہل عرب!

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۴﴾ [۴۶]

اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پر تو اچھا پھر تم بنالاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو (کیوں کہ آج تم بھی عربی زبان داں ہو، بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تو مشّاق بھی نہیں ہیں اور تم مشّاق ہو، جب باوجود اس کے نہ بناسکیں گے تو بشرط انصاف بلا تأمل ثابت ہوجائے گا کہ یہ معجزہ منجانب اللہ ہے اور بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہیں اور یہی مقصود تھا) اور بلالو اپنے حمایتیوں کو جو خدا سے الگ خدا تجویز کررکھے ہیں، اگر تم سچے ہو، پھر تم اگر یہ کام نہ کرسکے اور قیامت تک نہ کرسکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو تیار ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے۔ (ترجمہ و تفسیر از بیان القرآن)

فائدہ: اور قیامت تک بھی نہ کرسکو گے، کیسا جوش و خروش اور پیچ و تاب نہ آیا ہوگا اور کوئی دقیقہ سعی کا کیوں اُٹھار کھا ہوگا؟ پھر عاجز ہوکر اپنا سا منہ لے بیٹھ رہنا قطعی دلیل ہے کہ قرآنِ مجید معجزہ ہے، اور یہ امر عادتاً محال ہے کہ کسی نے قرآن کے مقابلے میں کچھ لکھا ہو اور گم ہوگیا ہو، کیوں کہ قرآنِ مجید کے حامی ہر زمانے میں کم رہے ہیں، جب یہ محفوظ چلا آتا ہے تو اس مخالف تحریر کے حامی و مددگار تو قرآن کی مخالفت میں ہر زمانے میں حامیانِ قرآن سے تعداد

[۴۶] البقرة: ۲۳، ۲۴

میں زائد ہی تھے، تو وہ تحریر کیسے ضایع ہو سکتی ہے، اس لیے یہ احتمال کہ کسی عرب کافر نے کسی آیتِ قرآنی کے مقابلے میں کچھ لکھا ہو گا، اور وہ تحریر گم ہو گئی ہو بالکل لغو اور خلافِ عقل ہے۔

چالیس برس کے بعد ظہورِ نبوت میں بڑے اسرار ہیں جن کی پوری خبر حق تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس مقام کے مناسب ایک حکمت یہ بھی ہے کہ چالیس برس تک حق تعالیٰ شانہ‘ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ کا مشاہدہ کرایا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ [۴۷] آپ خلق عظیم پر ہیں عَلٰی آتا ہے استعلاء کے لیے، اسی لیے اردو میں عَلٰی کا ترجمہ پر سے کیا جاتا ہے، پس اس آیت کا مفہوم ہوا کہ خلق عظیم ایک سواری ہے، جس پر آپ شہسوار ہیں، جس طرف چاہتے ہیں ہر خلق کی باگ کو پھیر دیتے ہیں۔ یعنی تمام اخلاقِ حسنہ پر آپ کو ایسا رسوخ علٰی وجہ الکمال حاصل تھا کہ کوئی خُلق سرِ مُو حدِ اعتدال سے جنبش نہیں کر سکتا تھا کہ کیا مجال کہ سرِ مُو آگے بڑھ سکے یا پیچھے ہٹ سکے، جہاں چاہا وہیں سے باگ پھیر دی۔ اس آیت کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع تعریف حق تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے۔

اے اہل عرب! چالیس برس تک تم لوگوں نے اپنے معاملات میں میرے رسول کی صداقت و امانت کا مشاہدہ اور تجربہ کیا ہے جس کا مقتضا تو یہ تھا کہ میرے رسول کے اعلانِ رسالت پر تمہارے دلوں میں کھٹک نہ ہونی چاہیے تھی، لیکن پھر بھی اگر کج روی سے انکار کرتے ہو تو قرآن کا معجزہ دیکھ کر ایمان لاؤ، کیوں کہ جب قرآن کے مقابلے سے تمام مخلوقات جن و انس عاجز ہیں اور قیامت تک عاجز رہیں گے تو کھلی بات ہے کہ یہ خالق کا کلام ہے۔

ہر نبی کو وقتی معجزہ دیا جاتا تھا کیوں کہ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی جب مبعوث ہوتا تھا تو اُس آنے والے پیغمبر کو اُس وقت کے مناسب دوسرا معجزہ عطا فرمایا جاتا تھا، لیکن چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس لیے آپ کو ایک ایسا معجزہ دیا گیا جو قیامت تک باقی رہے گا وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [۴۸] اور حق تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ چناں چہ روئے زمین پر کروڑہا انسانوں کے سینوں میں یہ قرآنِ مجید محفوظ رہتا ہے۔ پس قیامت

۴۷؎ القلم:۴

۴۸؎ الحجر:۹

تک یہ معجزہ قرآن کا ہر انسان پر حجت ہے کہ وہ عاجز ہو کر ایمان قبول کرے۔ حضرت عارف رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

زہرہ نے کس را کہ یک حرفے ازاں
یا بدزدد یا فزاید در بیاں

ترجمہ: کسی کا پِتّہ نہیں کہ ایک حرف قرآن سے چرا سکے یا ایک حرف قُرآن میں بڑھا سکے۔

اور صاحبِ قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں ۔

دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ
مِنَ النَّبِيِّيْنَ اِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

ترجمہ: قرآن کی آیاتِ مُبارکہ ہمارے پاس ہمیشہ رہیں گی، اس لیے یہ معجزہ اور انبیاء علیہم السلام کے معجزوں سے فائق وبرتر ہو گیا۔

اور کیوں نہ ہو تا جبکہ آپ تمام نبیوں کے سردار ہیں تو آپ کا معجزہ بھی ایسا ہے جو تمام معجزوں کا سردار ہے۔

عجیب اللہ کی قدرت ہے کہ قرآن کے مقابلے میں جو آیا وہ ایسا بدحواس اور ازخود رفتہ ہوا کہ جو کچھ اُس نے کہا وہ لُعبۂ اطفال بن گیا۔ چناں چہ مسیلمہ کذّاب نے اَلَمْ تَرَكَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ کے مقابلے میں کہا اَلْفِيْلُ مَا الْفِيْلُ عُنُقُهٗ قَصِيْرٌ وَّذَنَبُهٗ طَوِيْلٌ اور کہتا تھا مجھ پر وحی آتی ہے۔ اس عبارت پر خود فصحائے عرب ہنس پڑے اور اُس کی اس حرکت کا مذاق اُڑایا گیا، بھلا یہ مضمون بھی کلامِ الٰہی ہو سکتا ہے کہ ''ہاتھی، کون ہاتھی، جس کی سونڈ چھوٹی اور دم لمبی۔'' استغفر اللہ!

عرب کا فصیح اور بلیغ فرد ابنِ مقفع نامی شخص جو افصح العرب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، چند آیاتِ قرآنیہ کے مقابلے میں اس نے بھی کچھ لکھا، لیکن جب کسی قاری سے قرآنِ پاک کی یہ آیت سُنی:

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ[۴۹]

[۴۹] ھود: ۴۴

اور حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا، اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا۔ اس آیت کا تعلق واقعۂ طوفانِ حضرت نوح علیہ السلام سے ہے، ابنِ مقفع افصح العرب اس آیت کو سُن کر نادم ہو گیا، اور شرمندگی کے ساتھ اقرار کیا کہ بخدا! قرآن کی فصاحت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک اَن پڑھ رسول کی زبان سے قرآن کے کلمات کی فصاحت و بلاغت سن کر عرب کے زبان دانوں کی آنکھیں کھل گئیں، کہ اللہ اکبر یہ فصاحت و بلاغت ایک اُمّی کی زبان سے! اور پھر مضامین کیسے کیسے ہیں، یہ ایسے اَن پڑھ رسول ہیں کہ علمائے یہود کو توریت کی باتیں سُنا کر یہودیوں کو حیرت میں ڈال رہے ہیں، یہ ایسے اَن پڑھ رسول ہیں کہ انجیل کی باتیں سُنا کر نصاریٰ کو مبہوت کر رہے ہیں، یہ ایسے اَن پڑھ رسول ہیں کہ صحفِ موسیٰ و صحفِ ابراہیم کی باتیں سنا رہے ہیں، ایک اَن پڑھ رسول کی زبان سے میاں نے اپنی بولی بول کر تمام علمائے یہود و نصاریٰ کا علمی پندار اور سارے عرب کا زبان دانی کا ناز خاک میں ملا دیا۔ اور معجزے کا مقصد بھی یہی ہے کہ جب اس کے مقابلے سے ساری مخلوق عاجز ہو تو اس کو خالق کی طرف سے جان کر اپنے خالق پر ایمان لے آئے۔

اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صد ہزاراں دفترِ اشعار بود
پیش حرف امیش آں عار بود

ترجمہ: ”فصحائے عرب کے پاس فصیح اور بلیغ اشعار کے لاکھوں دفتر موجود تھے، لیکن اس اُمّی رسول کے ایک حرف کے سامنے تمام دفتر کے دفتر اشعار کے ذخیرہ شرمندہ ہو کر رہ گئے۔“

انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے خالق اور پروردگارِ عالم ہونے کا یقین کرنا عقلاً ضروری ہے یعنی جب پیغمبروں کے معجزوں کے مقابلے سے تمام مخلوقات انفراداً اور اجتماعاً عاجز ہیں تو عقل یہ کہتی ہے کہ ضرور کوئی ایسی ذات ہے جو ان مخلوقات پر غالب اور قادر اور حکمران ہے، یہ رسول صورت میں بشر ہے مگر عام انسانوں سے ممتاز ہے۔ یہ مثلیث ایسی ہے جیسے کہ ایک گلاس سڑی مٹی کا بنا ہوا اور ایک گلاس چاندی کا بنا ہوا اور اسی سانچے کا ایک گلاس تمام انمول جواہرات کو گلا کر ڈھال دیا گیا ہو تو وہ سڑی مٹی سے بنا ہوا گلاس

اگر یہ کہے کہ یہ جواہرات سے ڈھلا گلاس بھی ہماری طرح ایک گلاس ہے تو انتہائی بے وقوفی کی بات ہوگی، سڑی مٹی والا گلاس ذرا اپنے دام بازار میں لگوائے اور پھر اس انمول جواہرات والے گلاس کے دام لگوالے، اس کے تو دو پیسے دام ملیں گے اور اس گلاس کی قیمت سلطانِ وقت بھی نہیں دے سکتا۔

گر بصورت آدمی انساں بُدے
احمد و بوجہل ہم یکسا بُدے

پس عام انسانوں میں اور رسول میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ نبی کا خمیر نورانی ہوتا ہے، حق تعالیٰ اپنے خاص انوار کو بشریت کے سانچے میں ڈھال دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اندر معصیت کا تقاضا اور داعیہ تک نہیں ہوتا، معصوم فطرت پر مبعوث ہوتے ہیں اور ولی کے اندر تقاضا گناہ کا ہوتا ہے، لیکن تقاضائے معصیت پر عمل کرنے سے اس کو محفوظ رکھا جاتا ہے، اگر وہ واقعی ولی ہے۔

انبیاء علیہم السلام اپنی نورانی فطرت اور نورانی خمیر ہی کے سبب نورِ وحیٔ الٰہی کا تحمّل کر لیتے ہیں، چوں کہ علم الٰہی میں وہ پہلے سے منتخب ہوتے ہیں اس لیے اُن کی آفرینش کے وقت ہی سے اُن کی خصوصی تربیت ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ سرکاری اور درباری لوگ ہیں اُن پر میاں کی نظر دوسری ہوتی ہے۔ پیغمبروں کو جنس بشر سے مبعوث فرمانے کی مولانا رومی رحمۃُ اللہ علیہ ایک حکمت بیان فرماتے ہیں۔

زاں بود جنسِ بشر پیغمبراں
تا بجنسیت رہند از ناوداں

یعنی اس واسطے بشر کی جنس سے پیغمبروں کو بھیجتے ہیں تاکہ جنسیت کے سبب دوسرے انسان ونادان کُفر و شرک سے نکل آئیں، کیوں کہ ہم جنس کی طرف مائل ہونا ایک فطری امر ہے۔ (اِنْتَھٰی)

پس آج بھی قرآنِ پاک کا معجزہ موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔ جس وقت قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے پورے عالم انسانیت کو خصوصاً فصحائے عرب کو للکارا جن کو

اپنی زبان دانی پر ناز تھا کہ اس کلام کے مثل ایک محدود ٹکڑا بنالاؤ اور اپنے حمایتیوں کو بھی جمع کرلو اور قیامت تک تم ایسا نہ کرسکو گے تو فصحائے عرب نے غیظ و غضب میں کیسے پیچ و تاب کھائے اور ایڑی چوٹی کا زور لگالیا لیکن قرآنِ پاک کے مثل ایک ٹکڑا نہ بناسکے اور عاجز ہو کر اپنا سامنہ لے کر بیٹھ گئے، کیوں کہ اہل عرب جنہوں نے سینکڑوں باطل خدا بنا رکھے تھے ان کے اس زعم کے مطابق سینکڑوں کیا ایک بھی دوسرا خدا ہوتا تو قرآنِ پاک کے اس اعلان پر کہ اپنے حمایتیوں کو بھی جمع کرلو، ناممکن تھا کہ وہ خاموش رہتا بلکہ اس کلامِ پاک کے مثل اپنا کلام پیش کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتا، کیوں کہ قرآنِ پاک کا اعلانِ توحید تمام باطل معبودوں کے لیے اعلانِ جنگ تھا۔ اس کے باوجود قرآن کے مثل ایک آیت بھی نہ لاسکا۔ اللہ جل شانہٗ کی وحدانیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت کی کھلی دلیل ہے۔

آج تو بیان کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا اور کوئی مضمون بھی ذہن میں نہیں تھا مگر بس اللہ کے بھروسے پر مضمون چل پڑا اور بیان ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ میں بیمار آدمی ہوں، تھک بھی گیا ہوں لہٰذا اب آرام کروں گا۔ آخر میں حضرت والا نے دُعا فرمائی کہ اے اللہ! ہم سب لوگوں کو جذب فرمالے اور اپنا بنالے۔ اگر ہم اپنی نالائقی کی وجہ سے آپ کا نہ بھی بننا چاہیں تو ہماری نالائقی کو معاف کردے اور جذب فرما کر ہم سب کو اللہ والا بنادے۔ جتنے آدمی بھی اس مجمع میں ہیں ایک آدمی بھی ایسا نہ ہو جو اللہ والا نہ بنے۔ یا اللہ! مجھ سمیت اس مجمع کو سو فیصد اللہ والا بنادے اور میرے جو احباب یہاں نہیں ہیں اُن کے لیے بھی میری اس دُعا کو قبول فرمالے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے بلا استحقاق جذب فرمالے اور اپنی رحمت سے اولیائے صدیقین کی جو آخری سرحد ہے وہاں تک پہنچادے اور تب ایمان پر خاتمہ نصیب فرمادے اور ہمیں ہمارے نفس کے حوالے نہ کرنا اور ہم سب کو لومڑی پن اور ہیجڑے پن سے باز رہنے کی توفیق عطا فرمادے اور ہماری روح کو شیرانیت عطا فرمادے جیسے جب شیر چلتا ہے تو تمام جنگل کانپتا ہے۔ اس طرح ہماری رفتار ایسی ہو کہ نفس کی کُتّی تھر تھرانے لگے۔ اللہ تعالیٰ تو ہماری دُعا سُن لے۔ سب کو سو فیصد جذب فرمالیجیے اور ولی اللہ بنادیجیے اور جو غیر حاضر ہیں اُن کے حق میں بھی میری دُعا کو قبول فرمالیجیے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاءاللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (برے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص وطمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائل تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد ومدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قرأت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن و جمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء و اظہار، معروف و مجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات و معاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت و پریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر و ثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب و روز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب و مباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر و شرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

کسی ملک کے سفیر کی عظمت اس کے بادشاہ سے ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عظمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارک جتنی عظیم الشان ہے اسی نسبت سے ان کے رسول کی ذات بھی تمام مخلوقات کے لیے نہایت عظمت و احترام والی ہے حتیٰ کہ آپ کی ذات پاک سے منسوب ہونے والی صحابہ کرام کی ہستیوں کا درجہ بھی کوئی غیر صحابی نہیں پاسکتا۔ اپنی جان مال اور آل اولاد سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہونا ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا پر مرمٹنا ہماری زندگی کا اصل مقصد ہے۔

شیخ العرب والعجم مجددِ زمانہ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''عظمتِ رسالت'' میں آپ کی شانِ عظمتِ رسالت، اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کی محبوبیت، آپ پر بھیجے جانے والے درود شریف کی فضیلت اور آپ کی اپنی امت پر رحمت و شفقت کے مضامین کو جس والہانہ، عاشقانہ اور محبت بھرے انداز میں پیش کیا ہے وہ قلوب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت سے اور آنکھوں کو اشکوں سے لبریز کردیتا ہے۔

www.khanqah.org

AW-049